بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات

گزشتہ ماہ پاکستان میں جو پانی کا طوفان آیا اس نے بستیوں کی بستیوں اور شہروں کے شہروں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ کتنے ہی ہنستے، کھیلتے، مسکراتے چہرے ہمیشہ کے لیے آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور کتنی ہی سرسبز و شاداب وادیاں تباہی و بربادی کا نشان بن کر رہ گئیں۔

پانی جو سیرابی و شادمانی کا سندیسہ لایا کرتا تھا، افلاس اور ویرانی کا پیغامبر بن کے آیا اور اپنی راہ میں آنے والی ہر چیز کو بہا کر لے گیا۔

جب کسی قوم کی تیرہ بختی کے دن آتے ہیں تو اسی طرح ان کے احوال بدل جاتے ہیں اور مبشرات ان کے لیے منذرات بن جاتے ہیں کہ بارش کھیتوں کے لہلہانے، پھولوں کے مہکانے اور ویرانوں کو بسانے کے لیے آتی ہے اور کبھی کبھی یہی بادل، بجلیوں کے گرانے، خرمنوں کو جلانے اور آبادیوں کے مٹانے کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔

کلام مجید میں ہم سے پہلے گزرنے والی ایک قوم کا کچھ ایسا ہی ذکر آیا ہے۔ کہ زمینوں کو ہموار کر کے اور کھیتوں میں بیج ڈال کے آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر انتظار کرنے لگے کہ ابر رحمت کب اترے اور کلیاں کب چٹکیں اور شگوفے کب مسکرائیں کہ اچانک آسمان پر بادل چھا گئے۔ خوشی ان کے چہروں پر لہریں لینے لگی اور کنول ان کے دلوں کے کھلنے لگے کہ یکایک آسمان نے برسنا شروع کیا اور پھر صبحدم وہ اور ان کے کھیت دونوں ہی ہمیشہ کے لیے مٹ گئے

کچھ یہی ماجرا ہمارے ساتھ گزرا کہ راتوں کو چین اور سکھ کی چادر اوڑھنے والے سحر گاہ ننگے بدن اور بے کفن لاشوں کی صورت راوی، چناب، سندھ، ستلج اور بیاس کے پانیوں پر تیرتے رہے اور ہنوز دریاؤں کی یلغار اور بارشوں کی رفتار میں کوئی کمی نہیں آئی ——— اور نہ ہی ہمارے تیرہ بختی کے افق پہ روشنی کی کوئی لکیر ابھری اور نور کی کوئی کرن پھوٹی ہے۔

ہم میں سے کچھ سیلاب کے اس عذاب کو خود چکھ چکے اور کچھ اپنی نظروں سے دیکھ چکے ہیں لیکن ابھی تک ہم نے اس کے سامنے نہ بند باندھا ہے اور نہ اس سے عبرت و نصیحت حاصل کی ہے۔

اور ہماری بدنصیبی کی انتہا کہ عین ان ایام میں جب بارش کا بے پناہ زور اور دریاؤں کی بے رحم طغیانی ہماری بستیوں کو روند اور ہمارے کھیتوں کو تہ و بالا کر رہی تھی، ہم رقص گاہوں، کلبوں اور انٹرکان اور فلیٹیز ہوٹلوں میں داد عیش دیتے ہوئے اپنے بندوں اور ہیڈ ورکسوں میں اور شگاف ڈال رہے تھے۔

لوگ کہتے ہیں کہ سیلاب اس لیے آیا کہ ہمارے دریاؤں کے پشتے کمزور اور بند غیر مضبوط ہو گئے تھے اور ہم جانتے اور یقین رکھتے ہیں کہ یہ عذاب اس لیے آیا کہ ہماری سرکشیاں اور نافرمانیاں کناروں سے باہر ہونے لگیں اور ہمارے گناہوں کا ہر بند ٹوٹ گیا۔ تحصیل سیالکوٹ کی بستی بجوات سے لے کر لاہور کے شاہدرہ تک اور شاہدرہ سے لے کر لائلپور سے غلام محمد آباد اور جھنگ گھیانہ تک اور رہاں سے خانپور، رحیم یار خاں اور ٹھٹھہ سکھر و لاڑکانہ تک اس لیے نہیں ڈوبے کہ دریاؤں کے پانی ساحلوں سے اچھلنے لگے بلکہ یہ تباہی ان پر اس لیے مسلط ہوئی کہ رعایا کے معاصی اور حکمرانوں کے مظالم کے پیمانے حد سے زیادہ چھلکنے لگے اور پھر وہی کچھ ہوا

اور آئندہ بھی ہوگا جو ایسے عالم میں ہوا کرتا ہے اور ہونا چاہیئے۔
ہاں لوگ یہ بھی کہتے کہ یہی بات ٹھہری تو ڈوبنا تو راوی کے جنوب کو چاہیئے تھا کہ فسق و فجور نے وہاں ڈیرے ڈال رکھے اور گناہوں نے اس کو اپنا مسکن بنا رکھا ہے لیکن ڈوب شمال گیا کہ وہ جنوب کی نسبت طاؤس و رباب اور ساز و شراب کی کم آماجگاہ تھا اور میں کہتا ہوں کہ دوستو! تم ٹھیک کہتے ہو لیکن کون جانے کہ شمال والوں کی کم گناہی نے پانی سے ان کے پردوں کو ڈھانپ دیا اور جنوب والوں کی معصیت نوازی اور فسق خواہی ان کی سر بازار رسوائی کے کیا کیا سامان مہیا کرنے والی ہے۔
تمہیں معلوم نہیں کہ اسی طرح مشرقی پاکستان کے ۷۰ء کے سیلابوں میں جب شمال کی بستیاں غرق ہوئیں تو جنوب والے ان کی بے کسی اور بے بسی پر کف افسوس ملتے رہے اور ۷۱ء میں جب ایک اور قسم کا طوفان ان کے سروں پہ منڈلایا تو وہ ان کی خوش نصیبی پر رشک کرنے لگے کہ پانی نے جن کی آبروؤں کو ڈھانپ اور عصمتوں پر اپنی لہریں تان دی تھیں۔ اس گراں گوش اور سنگ دل قوم کے انجام کی کسے خبر کہ جنہیں معصوم بچوں کی چیخیں، بہنوں کی آہیں، ماؤں کی سسکیاں اور بوڑھوں کی کراہیں بھی حیا غیبوں اور بدمعاشیوں سے دور نہ کر سکیں اور جو اس عذاب شدید کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوصف بھی خواب غفلت سے بیدار ہونے پر آمادہ و تیار نہیں۔
اے میری قوم! اب بھی وقت ہے۔ آؤ اور اس عذاب کے آگے بند باندھ لو، اس وقت سے پیشتر کہ پانی کی ... مار تمہیں اسی طرح نیست و نابود کر دے جس طرح اس نے قوم نوح کو ہمیشہ کے لیے اپنی تہوں میں دفن کر دیا تھا، اور یہ بند صرف نیکی و پاکبازی اور پاکیزگی ہی سے ہی باندھا جا سکتا ہے کہ اطاعت خدا اور رسول اس کے اجزائے لازمی ہیں۔